سید عطاء المحسن بخاری

"وہ عمر رفتہ کی چند گھڑیاں جو اُن کی صحبت میں کٹ گئی ہیں"

(حضرت امیر شریعت کے ممدوح و مداح..... علامہ عرشی امرتسری سے ایک یادگار ملاقات کا تذکرہ)

علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (۱۹۸۵ء..... ۱۸۹۳ء) حضرت امیر شریعت کے ہم عصر بھی تھے، ہم عمر بھی، ہم نشیں بھی اور ہمدم دیرینہ بھی! ایام شباب کی یکجائی اور محفل آرائی، عمر بھر کے تعلق خاطر پر منتج ہوئی۔

عرشی..... ہفت زبان تھے۔ محقق و نقاد تھے۔ ادیب و فلسفی تھے اور کسی حد تک..... مفسر قرآن اور عالم دین بھی۔ وہ "اہل قرآن" تھے، لیکن نیچری، منکر حدیث یا متجدد نہیں تھے۔ علامہ اقبال سے ان کی نیازمندی ایسی تھی جسے دوستی بھی کہا جا سکتا ہے۔ مولانا حسین علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ) سے باقاعدہ بیعت کا تعلق تھا۔

عرشی کی تالیفات و تصانیف کی تعداد سولہ تک پہنچتی ہے۔ اور یہ کوئی معمولی تعداد نہیں۔ بعض جریدوں اور مجلوں کے لئے ان کی ادارتی خدمات اور معرکہ آرا اشاعتوں کی تدوین اس کے علاوہ ہے۔ ان کی فارسی، اردو اور پنجابی شاعری بلاشبہ اپنے رنگ میں بہت منفرد اور اپنے اسلوب میں بہت مجلا ہے۔ حکیمانہ بھی، عارفانہ بھی اور عاشقانہ بھی! زندہ رہنے اور یاد رہنے والی شاعری۔

۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء، کولاہور کے سفر میں، محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب میں ملاقات کے لئے جانا ہوا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ہمیشہ کی طرح مختلف موضوعات پر گفتگو کا آغاز ہوگیا میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی ایک میٹنگ اور اس کے احوال واقعی کا تذکرہ کر رہا تھا کہ ایک صاحب..... منحنی مگر صحت مند وجود، سادہ سا لباس، چہرہ پر ہلکی ہلکی ڈاڑھی، کپڑے کی ایک پوٹلی سی ہاتھ میں تھامے ایک گوشہ میں آکر فروکش ہوئے۔

میری گفتگو میں مخل ہوئے بغیر ہی حکیم محمد موسیٰ صاحب کو ایک کارڈ، پڑھنے کے لئے دے کر بے نیاز ہو کر بیٹھ گئے۔ حکیم صاحب کارڈ نامکمل چھوڑ کے میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ شاید آپ کا ان بزرگوار سے تعارف نہیں۔ ابھی یہ الفاظ انہوں نے ادا ہی کئے تھے کہ میں نے کہا عرشی صاحب؟ میں اٹھ کے بڑے تپاک سے بغل گیر ہوگیا۔ اپنا نام عرض کیا تو بڑی شفقت و محبت سے مجھے سینہ سے چمٹا لیا۔ عرشی صاحب سے کوئی تیرہ برس قبل دوران سفر ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی سرسری سی۔ میرے چہرے کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے۔

جب میں نے شاہ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا تو بالکل بے ریش تھے اور بغل میں چند کتابیں لئے پڑھنے کے لئے جا رہے تھے۔

اتنا فرمایا.....اور پھر سوچ کی گہرائیوں میں کھو گئے۔ بہت دیر تک یہ افسردہ سا سکوت طاری رہا۔ پھر عرشی نے امرتسر کی یادگار محفلوں کا ذکر چھیڑ دیا کہ..... میں اور شاہ صاحب اکثر محفل شعر و ادب میں اکٹھے ہوتے حفیظ جالندھری کا وہ دور اوّل تھا اور وہ اپنا کلام لہک لہک کے سنایا کرتے تھے۔ سراج نظامی، جو ڈاکٹر تاثیر کے بہت قریب تھے، خوش رُو اور خوش گو تھے میری ایک غزل گایا کرتے تھے اس کا ایک شعر یاد ہے۔

کعبہ و دیر بے نصیب ماندہ و سنگ در گہے
دولت سجدہ یافتہ از سرِ پرغرورِ من

پھر حافظہ کی کمزوری کا اظہار فرمانے لگے۔ اس پر ایک بڑا عجیب و غریب واقعہ سنایا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا جو بچپنے میں انتقال کر گیا۔ محمد سعید نام تھا اس کا۔ اس کی بیماری کے دنوں میں میں بہت پریشان و مضطرب تھا تو ایک شعر کہا مگر وہ حافظہ سے محو ہو گیا۔ ماسٹر شیخ عبد اللہ امرتسری ملے تو انہوں نے وہی شعر سنایا۔ میں نے داد دی اور پوچھا...... یہ شعر کس کا ہے تو انہوں نے کہا آپ کا ہے! وہ شعر یہ ہے۔

یا رب سعید من کہ نحیف است جان او
مپسند امتحانِ من، از امتحانِ او

گفت گو کا رخ بدلنے کے لئے میں نے ایک سوال کیا کہ عرشی صاحب! آپ بھی "اہل قرآن" ہیں اور غلام احمد پرویز بھی "اہل قرآن" کہلاتا ہے۔ اُس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ کیا بلیغ تبصرہ فرمایا۔ کہنے لگے۔

"میرا خیال ہے اگر شاہ رفیع الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کا عربی ترجمہ کیا جائے تو عبارت قرآن کے قریب قریب ہو جائیگی اور جو "مفہوم القرآن" پرویز لکھ رہا ہے۔ اسکی عربی کیجائے تو کوئی اور ہی کتاب تیار ہو جائیگی۔"

اس پر ایک قہقہہ بلند ہوا اور پرویزیت فضا میں تحلیل ہو گئی۔ میں نے جب طبیعت کچھ بحال دیکھی تو پھر امرتسر کی مجالس شعر و ادب کا ذکر چھیڑ دیا اور پوچھا کہ عرشی صاحب! آپ کی مجالس میں شوق اندرابی نام کے کوئی صاحب تھے؟ تو انہوں نے یاد نہ ہونے کا اظہار کیا میں نے سید محمد مقیم شاہ صاحب (والد صاحب کے رشتہ میں چچا) کے حوالہ سے ایک فارسی غزل کا ذکر کیا جو شعری کاشمیری امرتسری کی تھی اور مقیم شاہ صاحب کے بقول وہ غزل شوق اندرابی کہ خود بھی شاعر تھے گا کے سنایا کرتے تھے۔ سوچ کر فرمایا کہ ہاں، اس غزل کا ایک شعر یاد آ گیا ہے۔

حالِ دلم بہ دانی ازمن، بہ دانی ازمن،
ناگفتہ دانا، ناگفتہ دانا، نہ نوشتہ خوانا، نہ نوشتہ خوانا

مگر غالب اس سے بہت بہتر انداز کہہ گیا ہے۔

حیف کہ من بخوں تپم وز تو سخن رود کہ تو
نالہ بسینہ بشکری اشک بدیدہ بشمری

اب طبیعت جو حاضر ہوئی تو پھر مسلسل یادوں کے نقوش ابھرتے گئے اور یہ عرشی صفت اشعار میں نے قارئین کی حظِ طبع کے لئے نقل کر لئے ملاحظہ فرمائیے۔

سار باں ناقہ را بجانب نجد
کز درو بام او بخیز د وجد

این مایر کع القمر و الشمس
این مایسجد العلیٰ والمجد

صد موسیٰ و ہزار مسیح است زیر بام
کس را مگر درون حریم تو راہ نیست

ان کی شفقت و محبت کا دامن پھیلا ہوا دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ میں بھی شعر کہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو سنانا چاہتا ہوں تاکہ مستند ہو جائے۔ اجازت پا کر، میں نے عرض کیا۔

سو بار تجربات کی بھٹی میں میں جلا
محبوب کی رضا کی نہ گہرائیاں ملیں
مہتاب کی جبیں پہ بھی اترا ہے آدمی
واحسرتا کہ واں بھی نہ رعنائیاں ملیں

ان دو شعروں پر مجھے بہت تحسین و آفرین کہی اور ساتھ ہی اپنا اور شیخ سعدی کا ایک ایک شعر اسی مضمون پر سنایا

بماز پیرویٔ شیخ و برھمن نہ رسی
ہزار دررہ مازم زم است و صد گنگ است

....

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است

میں نے پھر جرأت کی اور عرض کیا کہ تاثیر مرحوم سے حضرت شاہ جی کی آخری ملاقات ہوئی تو تانگہ پہ سوار کرا کے تاثیر نے یہ تین شعر سنائے تھے جو میں نے حضرت شاہ جی سے سنے تھے۔

دل است بندۂ احرار و جاں اسیر فرنگ
نہ چارۂ ہمہ صلح و نہ بہرۂ ہمہ جنگ

میانِ کعبہ و بت خانہ عرصہ یک گام
میانِ شیخ و برہمن ہزار ہا فرسنگ
نمود سر بسر اظہار و کوہکن یک تن
ہزار پیکر شیریں فسردہ در یک سنگ

سن کے وجد میں آگئے اور سوالیہ انداز میں پوچھا، یہ تاثیر کے ہیں؟......" بڑی بات کہہ گیا تاثیر! عجیب آدمی تھا۔" اس کے ساتھ ہی یہ یادگار محفل اختتام پذیر ہوئی۔ عرشی فرمانے لگے...... آج شاہ صاحب کی یاد ہمہ جہت تازہ ہوگئی۔

علامہ عرشی کا آٹوگراف..... سید عطاء المحسن بخاری کے لئے

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ

گر بہ دریا می توانی راہ یافت
بہر یک شبنم چرا باید شتافت

عرشی

۱۲/دسمبر/۷۵
۱۳۹۵ھ